# عید تجھے مبارک

سیدہ گل بانو

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

# عید تجھے مبارک





سیدہ گل بانو



# عید تمھے مبارک

## کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ کمپوزنگ ٹیم







"نظام خان' داداجان کی حفاظت اچھے طریقے سے کرے گاناں؟ علی کو بلوالیا جاتا تو "....

"یہ اچھا طریقہ کون ساطریقہ ہوتا ہے حفاظت کا؟" اسفند نے اس کی بات کاٹی۔

"میرا.... میرا مطلب تھا کہ"....

"علی کو بلوانا بہتر نہیں تھا۔ علی ابھی تو خود اپنی حفاظت بھی کرنے کے قابل نہیں' وہ بھلا دادا جی کی حفاظت کیسے کر سکتا ہے یار۔ ابھی تو وہ خود بہت چھوٹا ہے۔"

"آپ میری بات سمجھے نہیں اسفند۔ میری دونوں باتوں کا الگ مطلب ہے۔ علی کو بلوانے والی بات تو میں اس لئے کہہ رہی ہوں کہ داداجی کے پاس نظام خان کے علاوہ بھی تو کسی کو ہونا چاہئے۔ کوئی بہت ہی اپنا جو ان کی تنہائی کے احساس کو کم کرنے اور ان کا دل بہلانے کے لئے لمحہ لمحہ ان کے ساتھ رہے۔ ان کے پاس رہے ہر وقت ان کے قریب رہے اسفند۔"

"اوہ.... میں واقعی جلدی میں کچھ غلط سوچ کر بے تکی بات بول گیا۔"

"اور نظام خان کی طرف سے میں مطمئن اس لئے نہیں کہ بالآخر وہ ملازم ہے پتہ نہیں وہ اس ذمہ داری کو خلوص نیت کے ساتھ"....





"بھئی اس شک کی کوئی ٹھوس وجہ بھی تو ہو۔ آخر نظام خان ملک صاحب کی حفاظت سے کیونکر غفلت برت سکتا ہے۔"

"اس لئے کہ اس کے ملک صاحب اس وقت سخت بے بسی اور محتاجی کے عالم میں اس کے رحم وکرم پر ہیں۔ نہ چل پھر سکتے ہیں' نہ کوئی بات کر سکتے ہیں اور...." وہ مزید بھی کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس کا لہجہ بھرا گیا۔

اسفند کے قدم رک گئے اس نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے کے بعد ایک ٹھنڈی آہ بھر کے دوبارہ اسے دیکھا جو خوفزدگی کی کیفیت میں ہراساں نظروں سے اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"کہتی تو تم بھی سچ ہو کنول پر میرا نہیں خیال کہ نظام خان پر غداری کوتاہی کا کوئی احساس غالب آسکتا ہے۔ آخر داداجی کی حفاظت کی ذمہ داری کے ساتھ ہی اس کا روزگار منسلک ہے۔ داداجی کی ذات یا زندگی کو وہ اس لئے بھی مکمل تحفظ دینا چاہے گا کہ داداجی کی زندگی کی حفاظت کے صلے میں اسے ماہانہ سولہ ہزار اجرت دی جاتی ہے۔"

"ہاں ایک یہی بس پیسے کی کشش ہے جو اس کے قدموں کو روکے ہوئے ہے ورنہ تو وہ شاید کب کا حویلی چھوڑ کر جاچکا ہوتا۔"

"وہ دادا جی کا پرانا وفادار ملازم ہے اور تم فکر کیوں کرتی ہو اس کے ساتھ مزید چار ملازم اور بھی تو ہیں حویلی میں۔" اسفند نے اسے مطمئن کرنے کی غرض سے ملائمت بھرے انداز میں سمجھایا۔

"ملازم تو بک بھی سکتے ہیں ناں اسفند۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"نہیں وہ ایک غریب عورت ہے۔" اسفند نے کہا تو کنول کے چہرے پر اس عورت کے ذکر پر ایک سایہ سا گزر گیا۔

وہ پریشان تھی' بے حد پریشان بلکہ پریشان سے بھی کہیں زیادہ خوفزدہ تھی۔ اس نے کبھی بھی اپنی زندگی میں اتنی خطرناک صورت حال کو بے رحمی سے اپنی برداشت اپنے حوصلوں کو یوں پاش پاش کرتے نہ دیکھا تھا۔

وہ زندگی کی رونقوں سے محروم ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کا دل' اس کی روح اور وہ خود خوشیوں کی چمک دمک' سکھ اور طمانیت کی کھنک غرض کہ زندگی کی تمام تر تازگی' شادمانی' اعتماد و بے فکری کی روشنیوں سے کٹ کر رہ گئی تھی۔ وہ عورت اسے عورت کم اور کوئی خون آشام چڑیل زیادہ لگنے لگی تھی۔ وہ بحیثیت عورت خود اپنے آپ پر نظر کرتی تو اسے اپنے اندر دل کی گہرائیوں روح کی کشادگی تک نرمی و حلاوت' لچک اور محبت ہی محبت محسوس ہوتی۔ گداز ہی گداز لہریں پھیلاتا محسوس ہوتا مگر وہ عورت؟



مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔
www.pakistanipoint.com

وہ عورت کیسی تھی؟

جس کی سرشت میں وحشتیں ہی وحشتیں چنگھاڑتی تھیں۔ درندگی جس کا شعار بن چکی تھی اور سفاکی نے جس کی فطرت کو زہر آلود کر ڈالا تھا۔

کنول کو اس عورت سے نفرت محسوس ہوتی۔ شدید نفرت جس نے ان کی زندگیوں میں خوف وہراس پھیلا کے رکھ دیا تھا کنول دل ہی دل میں کڑھتی اس عورت کو کوس رہی تھی جس کی اسفند چند لمحاتی خاموشی کے ساتھ کچھ سوچنے کے بعد کہہ رہا تھا۔

"وہ ایک بالکل غریب سی عورت ہے وہ کسی کو کیا خریدے گی؟"

"شاید قدرت نے اسی لئے اسے غریب رکھا ہے اگر اس کے پاس دولت ہوتی ناں اسفند تو پتہ نہیں وہ پیسے کی طاقت کے ساتھ مزید ہم پر کیا کیا ستم نہ ڈھاتی۔" کنول نے نفرت انگیز انداز میں کہا۔

اسفند نے بے خیالی کے عالم میں اثبات میں سر ہلا کے جیسے اس کے کہے کی تائید کی تھی اور ساتھ ہی قدم بڑھا دیے۔ کنول بھی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ اسفند احتیاطاً چار اطراف میں اور ارد گرد کے کھیتوں میں نگاہ ڈال لیتا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ عورت اسفند کے اعصاب پر بھی مصیبت کی طرح سوار تھی۔ کہنے کو وہ ایک معمولی' بے بس' تن تنہا غریب

سی عورت تھی مگر اس تن تنہا زندگی گزارنے والی بے بس' عورت نے حویلی کے مکینوں کی نیندیں اڑا کر رکھ دی تھیں۔

حویلی کے مکین اس قدر بے بس ولاچار ہو چکے تھے کہ نہ اس عورت کے ساتھ باقاعدہ بات چیت کے بعد مفاہمت کی کوئی راہ نکال سکتے تھے اور نہ پولیس کی مدد لے سکتے تھے۔ دو ہفتے قبل جس حویلی میں سکون واطمینان کا راج اور کسی نہ کسی طور خوشیوں کی جو چہل پہل تھی وہ اب مفقود تھی۔ اس حویلی میں سناٹے پھیل چکے تھے ار حویلی کے مکین بے سکون اور ہراساں تھے۔

"تمہیں اس عورت سے ڈر لگ رہا ہے۔" اسفند نے اپنے ساتھ چلتی کنول سے پوچھا تو اس نے پوری سچائی کے ساتھ سر اثبات میں ہلایا اور بولی۔

"کیا مجھے اس عورت سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے؟" کنول کے سوال میں معصوم سی بے چارگی تھی۔ اسفند کے تھکے تھکے چہرے پر پل بھر کو مسکراہٹ چمکی۔

"چاہنے نہ چاہنے کا تو اس عورت نے ہمارے لئے سوال بھی نہیں چھوڑا۔ ہمیں نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے ڈرنا تو پڑے گا وہ کسی بھی لمحے' کچھ بھی کر سکتی ہے۔ انسانیت سے سفاکیت تک.... کوئی بھی حد پار کر سکتی ہے۔ مفاہمت یا مصالحت کی بھی یا پھر وحشت و بربریت کی تھی۔"



مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔
www.pakistanipoint.com

"اس جیسی بدخصلت عورتوں سے بھلا انسانیت و شرافت کی کیا توقع رکھی جا سکتی ہے۔ مفاہمت یا مصالحت تو بہت دور کی بات ہے اسفند۔"

"ہاں.... تمہاری بات میں وزن ہے۔ پھر بھی ہمیں دعا تو کرنی چاہئے ناں۔" اسفند بولا تو کنول سخت بے بسی کے عالم میں گڑگڑائی۔

"وہ تو ہم کر ہی رہے ہیں اسفند مگر ہماری دعا آخر کب قبول ہو گی۔"

"ہو گی ضرور قبول ہو گی۔" اسفند نے کنول کی بات کے جواب میں مضبوط لب ولہجے کے ساتھ کہتے ہوئے کنول کے ساتھ ساتھ جیسے اپنے دل کو بھی حوصلہ اور امید کے جذبوں سے ہم آہنگ کیا۔

"اور جو یہ بات داداجی کو پتہ چل جائے کہ...." کنول نے کہنا چاہا اسفند نے ہاتھ اٹھا کے اسے بولنے سے روک دیا۔

"ایک وہی عورت ہے جو یہ چاہے گی کہ داداجی کو بھی خوفزدہ کرے کیا تم چاہو گی کہ داداجی تک اس عورت کا ذکر پہنچے؟"

"نہیں" کنول نے جلدی سے سر نفی میں ہلایا اور بولی۔

"ہم میں سے کوئی بھی یہ نہیں چاہے گا۔"

"توبس پھر دعا کرو کہ دادا جی کی ذات پر اس منحوس عورت کا سایہ بھی نہ پڑے۔ حالانکہ اس عورت کا تو پہلا تقاضہ ہی یہ ہے کہ دادا جی کو اس کے روبرو لایا جائے' پتہ نہیں ہماری دعا اور اس عورت کے اس تقاضے کے بیچ میں فاصلہ کتنا ہے' پر کنول مجھے لگتا ہے دادا جی اسے دیکھ کر اس سے مل کر ایک بار پھر جیتے جی مرنے کے عذاب کا شکار ہو جائیں گے۔ ان کی حالت ایسی نہیں ہے کنول کہ مزید اذیت پہنچائی جائے۔ ان کو مزید تکلیف سے دوچار کیا جائے۔ مگر وہ عورت سمجھتی ہی نہیں اس کے حواسوں پر تو انتقام کا بھوت سوار ہے۔"

"کیا وہ ہمیں معاف نہیں کر سکتی۔ ہمارا تو کوئی قصور بھی نہیں اسفند۔ پھر وہ ہمیں کس بات کی سزا دے رہی ہے؟"

"وہ ہمیں معاف کر سکتی ہے لیکن معاف کرنا نہیں چاہتی۔ شیطان نے اس کے ضمیر پر قبضہ جما کے اس کو بالکل اندھی' گونگی' بہری کر ڈالا ہے۔ وہ دیکھے گی تو بس وہی جو اس کے اندر چھپا شیطان دیکھانا چاہتا ہے' وہ بولے گی تو صرف وہی جو شیطان اس سے کہلوانا چاہے گا' وہ سنے گی تو بس وہی جو سننے کی اسے وہ شیطان اجازت دے گا۔ جو اس کے اندر کے انسانیت کے جذبات کو مار کر اپنی مکمل شیطانیت کے ساتھ اس کے دل و دماغ پر قابو پا کر اس کے ضمیر اس کی روح پر حاوی ہو چکا ہے۔" کنول کی بات کے جواب میں اسفند کہتا چلا گیا۔ اس کے الفاظ اور لب و لہجے میں بھی اس عورت کے لئے ناپسندیدگی و نفرت تھی۔



مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔
www.pakistanipoint.com

"جب ہم باقی سب کو یہ صورت حال جا کر بتائیں گے تو پریشان ہو جائیں گے۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گا کہ ہمارے اور دادا جی کے ساتھ۔ زندگی میں کچھ ایسا بھی ہو سکتا ہے جسے نہ دماغ قبول کرے نہ دل برداشت کرنا چاہے۔ پھر بھی سب کچھ کہنا پڑے وہ سب کچھ جسے بیان کرنے کے لئے بھی حوصلہ چاہئے۔ جب ہم یہاں آئے تھے تو سب کتنا بھلا لگ رہا تھا۔ دادا جی کی طبیعت ان کی جسمانی حالت پہلے سے کافی بہتر ہوتی دیکھ کر سکون سا ملا تھا ناں دل کو اسفند۔" کنول ایک جگہ رکی تو اسفند کے قدم بھی تھم گئے۔

"ہاں میرے دل کو بھی بڑا سہارا ملا تھا دادا جی کو پہلے سے بہتر حالت میں دیکھ کر۔ ان کو کافی پر سکون اور قدرے خوش بھی دیکھ کر۔" اسفند نے کنول کی بات کی تائید میں کہا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا اسفند' ہم ایک کوشش اور کر دیکھیں۔ یہیں سے واپس حویلی چلیں اور دادا جی کو اپنے ساتھ ہی چلنے کے لئے راضی کر لیں پلیز اسفند۔" کنول نے مچل کر اسفند کی کلائی تھام کر اصرار کیا۔ اسفند نے ایک گہری سانس بھر کے نیم تاریکی میں اس کے چہرے کو دیکھنے کے ساتھ ہی اس کے شانوں پر بازو دراز کیا اور سر نفی میں ہلا کے کمزور لہجے میں گویا ہوا۔

"نہیں مانیں گے وہ کنول کتنی بار تم نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی اور میں نے بھی کتنا اصرار کیا مگر وہ انکاری ہیں۔ اس وقت ہمارا واپس جا کر ان کو نئے سرے سے سمجھانا' مجبور

کرنا فضول ثابت ہو گا خوامخواہ ان کے سامنے جا کر ضد کرنے سے وہ پریشان ہی ہوں گے۔ زندگی کے اس موڑ پر لاکھ مجبور یا محتاج سہی پر آج بھی فیصلے تو ان کے اٹل ہی ہوتے ہیں جو بات ان کے دل میں سمائی ہوتی ہو اس کو نظر انداز کرنا شاید ان کے مزاج' فطرت کے برعکس ہے۔ وہ اس سے ہٹ کر اب بھی کوئی فیصلہ کرنے کے عادی ہی نہیں۔ ہاں مگر بابا جانی شاید ان کو راضی کر لین' اس بات کے لئے کہ وہ حویلی چھوڑ کر ہمارے ساتھ رہنے لگیں۔"

"کیا آپ کو لگتا ہے کہ وہ حویلی چھوڑنے کے لئے آسانی سے مان جائیں گے۔"

"آسانی سے تو نہیں شاید بابا جان اس مرحلے سے ان کو اور ہم سب کو آسانی سے گزار کر پھر سے بے فکری اور سکھ کے کسی میدان میں لے ہی آئیں۔"

"کچھ عرصے کا مطلب؟"

"بھئی کچھ عرصے کا مطلب کچھ عرصہ یا پھر صاف لفظوں میں یہ کہ اس وقت تک جب تک ہم اس جنونی عورت سے چھٹکارا حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔"

"مجھے تو نہیں لگتا اسفند کہ اس چڑیل سے جلد ہماری جان چھوڑ جائے گی۔" کنول کا انداز خاصا مایوس کن تھا۔

"ہاں! اب تک کے حالات سے تو یہی آثار ظاہر ہو رہے ہیں" اسفند بولا۔





"مجھے.... مجھے ڈر لگ رہا ہے اسفند۔" کنول منمنائی۔

"ارے" اسفند بے ساختہ مسکرایا۔ ساتھ ہی مدھر بھرے لہجے میں ڈپٹا۔

"میرے ہوتے ہوئے خبردار جو تم کسی سے بھی ڈریں۔"

"مت بھولیں کہ آپ کے سینے میں آپ کا دل ہے اور میرے سینے میں میرا دل۔" کنول برا مان گئی اسے واقعی خوف محسوس ہو رہا تھا۔ وہ سچ مچ اس عورت سے بے حد خوفزدہ تھی۔

"یہ تو تمہاری بڑی غلط سوچ ہے۔ حالانکہ سچ تو یہ ہے کہ میرے سینے میں تمہارا دل ہے اور تمہارے سینے میں میرا دل۔" وہ اسے پر سکون کرنے کی غرض سے ہلکے پھلکے انداز میں مسکراتے ہوئے بول رہا تھا۔

"یہ کس قسم کا فلسفہ ہے؟" کنول نے اسے گھورا۔

"یہ میرا فلسفہ ہے۔ یہ بے سرو پا فلسفہ ہے۔" اسفند نے کہا۔

"پھر بھی کتنے فخر سے بیان کر رہے ہیں۔" کنول کو بے اختیار مسکرانا پڑا۔ وہ اسفند کو ہمیشہ کی طرح بہت انمول' بہت قیمتی لگ رہی تھی۔

"کیا ہوا اسفند؟" کنول نے اسے پکارا تو وہ اسے محویت سے دیکھتا یکدم کسی خیال سے چونک پڑا۔

"ہوں؟"

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں' یوں میری طرف؟"

"میں سوچ رہا تھا تم.... مجھے.... نہ ملتیں تو....؟"

"تو....؟" کنول نے پوچھا اسفند اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ایک گہری سانس کے ساتھ کشادہ شانے اچکا گیا۔

"تو.... تو اسفندیار خان آج.... کچھ بھی نہ ہوتا۔"

"اوہو" کنول ہر غم بھلا کر پل بھر کے لئے بے اختیار ہنسی تھی۔

"تو یہ بات ہے۔" وہ ہنستے ہنستے بولی۔

"ہاں یہ بات ہے۔ بلکہ باتیں تو بہت ساری ہیں کبھی بتانے کا موقع تو دیا جائے مابدولت کو۔"

"تو صاحب ہمارے دل پہ اپنی باتوں کے جھنڈے گاڑنا چاہتے ہیں؟" کنول نے شوخی سے اس کا مذاق اڑانا چاہا۔

"تو کیا پہلے نہیں گاڑے؟" اسفند نے اس کی روشن روشن آنکھوں میں جھانک کر پوچھا تو کنول کو جلد ہی ہتھیار ڈالنا پڑے۔

"ضرور.... ضرور اس میں تو کوئی شک نہیں۔" کنول کا مسکراتا لہجہ حیا آلود ہوا۔ اسفند نے سرشار مسکراہٹ کے ساتھ پھر سے اس کا ہاتھ تھام کر قدم بڑھائے۔ کنول بھی مسرور مسکراہٹ کے سنگ اس کے ساتھ ساتھ قدم بڑھانے لگی۔ کنول کی خواہش پر اسفند نے





حویلی سے سڑک تک جانے کے لئے گاڑی کی بجائے کھیتوں کے راستے پیدل چلنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ دونوں جب کھیتوں کے بیچ والے مختلف راستوں سے چل کر سڑک تک پہنچے تو دادا جی کا ڈرائیور ان کی گاڑی کے ساتھ وہاں موجود ان کا ہی منتظر تھا۔ اسفند کو اور کنول کو سڑک پر آتے دیکھ کر وہ اسفند کے قریب آ گیا۔ اس نے گاڑی کی چابی اس کے حوالے کی۔ تیز تیز قدموں سے کھیتوں کی طرف اسی راستے کی جانب چل پڑا جہاں سے وہ دونوں ابھی تھوڑی دیر پہلے پیدل چل کر سڑک تک پہنچے تھے۔

☆☆☆

اگر دن پر رات چھا جاتی تو کنول کو اتنی حیرت نہ ہوتی جتنی کہ اس وقت اسفندیار خان کو دیکھ کر ہو رہی تھی۔ شہر جب پہنچے تو گھر کی دہلیز پار کرتے ہی اسفندیار خان غم وغصے کی شدت سے پھٹ پڑا۔ تمام صورت حال اس نے بڑوں سے بیان کی تو ان سب کو بھی سانپ سونگھ گیا۔ اسفندیار خان کا انداز اس عورت کے لئے نفرت سے پر اور اشتعال سے بھرپور تھا۔

"میں اس کا حشر بگاڑ دوں گا جو حویلی یا دادا کو ذرا سا بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔"

"تم اس عورت سے ملتے تو سہی۔ خود بات تو کر کے دیکھتے کہ آخر وہ چاہتی کیا ہے؟" اسفند کے منجھلے چچا وقار خان نے کہا۔

"وہ دادا جی کے علاوہ نہ کسی سے ملاقات کرنے پر راضی ہے اور نہ کسی اور کی بات سننا چاہتی ہے۔" اسفند بدستور برہم تھا۔

"مگر تم کہتے ہو کہ ملک صاحب کا اس عورت کے سامنے جانا بھی بہتر نہیں تو پھر بھلا یہ معاملے سلجھے گا کیونکر۔" اسفند کے والد رہبر خان نے تفکر کا اظہار کیا۔

"دادا جی اور کنول کا ہمارے سوا اس دنیا میں اور ہے بھی کون جو بھی حکمت عملی اختیار کرنے کی ضرورت درپیش ہو گی ظاہر ہے ہم سب کو ہی اس کے لئے آگے آنا پڑے گا۔ کنول کو تو اس عورت کے روبرو نہیں بھیجا جا سکتا۔"

اسفند کے بڑے بھائی مبین خان نے اپنی رائے ظاہر کی۔ کنول نے ان کو ازحد ممنون نظروں سے دیکھا پھر اسفند کو دیکھنے لگی جو اسی طرح بے چینی سے ٹہلتا ہاتھ مل رہا تھا۔

"میں نے نظام خان سے کہہ دیا ہے کہ کسی بھی صورت، کسی بھی طور دادا جی تک اس منحوس عورت کا ذکر نہ پہنچے، وہ تو پہلے ہی بے بسی و مصیبت کی زندگی گزار رہے ہیں، مزید اس عورت کی افتاد"....





"اچھا تم بیٹھ تو جاؤ، آتے ہی اپنا خون جلانا شروع کر دیا ہے۔ سب کے ساتھ مل بیٹھ کر بات ہو گی۔ پھر سوچتے ہیں کہ کیا کرنا ہے۔ یہ کیا کہ تم نے آتے ہی اندھیرے میں تیر چلانے کے منصوبے بنانا شروع کر دیئے ہیں۔" اسفند کی والدہ ارجمند بی بی کو بیٹے کا طیش ہولا رہا تھا۔ تبھی انہوں نے اس کے غصے کو دور کرنے کے لئے سختی سے جھڑک دیا۔

"اماں جان، کتنی ذلت والی بات ہے یہ کہ ایک عورت.... " اسفند نے کڑھ کے کچھ کہنا چاہا مگر رہبر خان نے ہاتھ کے اشارے سے روکا۔

"بیٹھ جاؤ اسفند، ابھی غصہ کرنے کا نہیں تحمل اور بردباری سے مل بیٹھ کر مسئلے کا حال سوچنے کا وقت ہے۔ وہ کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی حویلی کا یا حویلی والوں کا۔ مت بھولو کہ وہ ایک عورت ہے۔" رہبر خان نے نرمی سے سمجھایا تو اسفند کو اپنے غصے پر قابو پانا پڑا۔

"میں.... میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔" کنول کو گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔ اسفند کا چیختا چنگھاڑتا روپ اس کے لئے ناقابلِ یقین اور پریشان کن تھا۔

"ہاں بیٹی جب تک کھانا تیار ہوتا ہے تم اپنے کمرے میں چل کر آرام کرو۔" ارجمند نے کنول کو ملائمت سے مخاطب کیا تو۔ وہ اپنی دونوں نندوں کی ہمراہی میں اپنے میں چلی گئی تو ارجمند نے اسفند کو سرزنش کی۔

"تم ہمارے ساتھ ساتھ کنول کو بھی پریشان کر رہے ہو۔ جانتے بھی ہو کہ اسے اس حالت میں آرام' سکون اور خوشی کی ضرورت ہے۔ رات بھی اس نے کھانا ٹھیک سے نہیں کھایا۔ صبح سے اس نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ رات بھی تم نے آتے ہی چیخ وپکار مچادی اور اب دوبارہ ہم اس مسئلے کا حل نکالنے کے لئے مل بیٹھ کر کچھ سوچنا چاہتے ہیں تو اب پھر وہی حالت ہے تمہاری۔ سنبھالو اپنے آپ کو' کنول کی ہر امید تم سے وابستہ ہے۔ وہ اب بھی اس مصیبت کے وقت تمہاری طرف دیکھ رہی ہے۔ ہم سب اسے جتنا بھی حوصلہ دیں پھر بھی اس کی تسلی نہیں ہوگی۔"

"وہ اسفند یار خان کی بیوی ہے امی۔ ہر قسم کے حالات مشکلات کو فیس کرنے کی اس میں جراءت ہونی چاہیئے۔" اسفند نے ماں کی بات کا جواب مضبوط انداز میں دیا اور پھر اپنے کمرے میں چلا آیا۔

اس نے کمرے میں کنول کو بیڈ پر کروٹ کے بل نیم دراز دیکھا وہ بے دھیانی کے عالم میں سر بیڈ کراؤن سے ٹکائے سوچوں میں گم تھی۔ اسفند کے قدموں کی آہٹ پر اس نے چہرہ پھیر کے لمحے بھر کو دیکھا اور پھر فوراً سابقہ انداز میں چہرہ پھیر لیا۔ اسفند کے قدم آہستگی سے تھمے۔ اس نے کنول کی آنکھوں میں دور سے ہی آنسوؤں کی نمی کی چمک دیکھی تھی۔ بیڈ کے قریب پہنچ کر وہ رکا۔ اک اچٹتی نگاہ کنول پر ڈالی۔



مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔
www.pakistanipoint.com

"رونے کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"

"کیا مجھے آپ کو اپنے رونے کی وجہ بتانے کی ضرورت ہے؟" کنول نے اسفند کی سمت دیکھے بغیر بھرائے لہجے میں کہا۔

"ضرورت ہے جبھی تو پوچھ رہا ہوں۔" اسفند نے جواب دیا۔ وہ اب شرٹ کے گریبان کے بٹن کھولتے ہوئے بیڈ پر براجمان ہو رہا تھا۔

"باوجود اس کے کہ آپ کو وجہ معلوم ہے؟" کنول کا لہجہ تیکھا تھا۔

"ہاں"

"کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اتنی پریشان کن صورت حال میں گھر جانے کے بعد بھی آنسو نہ گراؤں۔" کنول نے چبھتے لہجے میں کہا۔

"یہ میں نے کب کہا؟"

"شاید آپ کہنا چاہتے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے یہی سمجھ لو خوامخواہ اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا.... ہم سب مل کر حالات کا رخ بدل لیں گے۔"

"واہ آپ نے تو چند لفظوں میں بات ختم کر دی اسفند میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا واقعی اتنے ہی سہل انداز میں آپ ان حالات کا رخ بدلنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"کیوں نہیں؟" اسفند کا جواب مختصر مگر اٹل تھا۔ کنول نے اس تمام عرصے میں پہلی بار سنبھل کر بیٹھے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔ اسفند کو اس کا انداز معنی خیز اور الجھا دینے والا لگا۔

"نہیں "کنول نے اس ایک لفظ کو جس طرح چبا کر سختی سے بیان کیا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا اس 'نہیں' سے۔" اسفند کو اب پوری طرح کنول کی جانب متوجہ ہونا پڑا۔

"میرا اس نہیں سے مطلب آپ کا غصہ ہے اور ضرورت سے زیادہ اشتعال ہے۔"کنول نے اب بھی تیز لہجہ اپنایا۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟" اسفند سمجھ کر بھی انجان بنا۔

"یہی کہ آپ نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے؟"

"کیا؟ جھوٹ....؟" اسفند کے چہرے کے تاثرات میں حیرانگی اور آنکھوں میں الجھن تھی۔

"آپ نے جھوٹ بولا ہے کہ آپ سب ٹھیک کر لیں گے۔ آپ کا اشتعال اور جذباتیت اس مسئلے کو مزید الجھا کر بگاڑ سکتی ہے۔"

"کون سی زبان بول رہی ہو تم یہ آج؟" اسفند زچ ہوا۔ کنول نے اس کو بغور دیکھا اور دل میں دعا کی۔





"کاش ان کا ارادہ بدل گیا ہو؟" وہ سوچتی آنکھوں سے اسے تک رہی تھی۔

"کھل کر بات کرو۔" اسفند کی پیشانی شکن آلود ہو رہی تھی۔

"میں مزید اس موضوع پر کوئی بات کرنا نہیں چاہتی۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ دراز ہونے لگی۔

"یہ کون سا وقت ہے سونے کا؟" اسفند نے اعتراض کیا پھر بولا۔

"چلو پہلے کچھ کھا لو۔ امی پریشان ہیں کہ تم نے ناشتے میں کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔ رزق سے منہ موڑنا اچھی بات نہیں۔"

"لنچ ٹائم ہو گا تو کچھ لے لوں گی۔" کنول نے کروٹ لی۔

"لنچ ٹائم میں تو ابھی پورا گھنٹہ پڑا ہے۔"

"ٹھیک ہے میں اسی وقت کھانا کھا لوں گی۔" کنول کے لہجے میں طنز کی آمیزش تھی۔ اسفند لب بھینچ کر اگلے کئی لمحوں تک اسے تکتا ایک انجانی الجھن کا شکار ہوتا رہا۔ پھر وہ اسی شش و پنج میں بیڈ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اب وہ شاور لینے کی غرض سے باتھ روم کی سمت جا رہا تھا۔

اگلے روز اسفند یار خان نے شام کو گھر میں قدم رکھا تو اسے کچھ پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ کنول کی طبیعت خراب تھی۔ سب اس کے کمرے میں موجود تھے۔

"امی آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں کال کر کے۔" وہ یکدم متفکر ہوا۔

"تمہارے بابا جان نے منع کر دیا تھا کہ تو تم دوسرے شہر میں خوامخواہ پریشان ہو جاؤ گے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ تم سارا کام ادھورا چھوڑ کر ادھر بھاگے چلے آؤ۔"

"افوہ امی.... پھر بھی مجھے بتا تو دیتے۔"

"بیٹا ہم سب ہیں ناں اس کے پاس۔" ارجمند بی بی نے کہا۔

"امی! اب آپ کو میں کیا بتاؤں۔ میں اسے بتائے بغیر یہاں سے گیا' مجھے افسوس ہے کہ اسے بتا کر جانا چاہئے تھا۔" اسفند نے بتایا۔

"یہ تو تم نے بہت غلط حرکت کی۔" ارجمند بی بی نے بیٹے کو کوتاہی کا احساس دلانا چاہا۔

"مجھے افسوس ہے امی' وہ بس غصے میں...." وہ کہتے کہتے رکا۔

"غصے میں....؟" ارجمند بی بی نے بیٹے کو بغور دیکھا۔

"وہ دراصل کل ہمارے درمیان کچھ تلخی ہو گئی تھی۔ بس امی میں کیا کروں۔ مجھ سے اس کی پریشانی دیکھی نہیں جاتی۔ یہ سمجھتی ہی نہیں۔ ضرورت سے زیادہ بحث' بے وجہ کی تلخ کلامی' کبھی کبھی دلوں میں دھڑکتے ضبط کی دیواروں میں دراڑ ڈال دیا کرتی ہے۔ جانتی ہے میں اسے پریشان نہیں دیکھ سکتا۔ پھر بھی یہ.... بس جب.... یہ پریشان ہوتی ہے ناں تو میں بھی پریشان ہو جاتا ہوں۔" اسفند دھیمے الجھے انداز میں بات کر رہا تھا۔

"اور یہ تب پریشان ہوتی ہے جب یہ تمہیں پریشان دیکھتی ہے۔"





"سوری امی.... میں آئندہ خیال رکھوں گا۔" اسفند نے غلطی تسلیم کی۔

"تم ہی کو اس کا خیال رکھنا ہے کیونکہ ہم سے زیادہ یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔" اب تک خاموش بیٹھے رہبر خان مصالحانہ انداز میں کہتے اسے تنبیہہ کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے ساتھ ہی وقار خان بھی اٹھے۔

"سوری بابا جان' میں واقعی نادم ہوں' آئندہ آپ لوگوں کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔" اسفند ندامت سے چور لہجے میں بولا۔

"کوئی مصیبت جب بھی انسان پر ٹوٹتی ہے۔ بچے تو یہ مت بھولو کہ اس کا حل بھی موجود ہوتا ہے۔" چچا وقار خان پرعزم مسکراہٹ کے ساتھ اس کا شانہ تھپک کر گویا ہوئے۔

"تم اپنے آپ کو پرسکون کر لو۔ فریش ہو جاؤ کھانے کے بعد سب مل بیٹھ کر طے کریں گے کہ ہمیں کیسے حالات کا سامنا کرنا ہے۔ تمہارا کوئی منصوبہ ہے تو ہمیں بتا دینا ہم بھی بتائیں گے کہ تمہاری غیر موجودگی میں ہم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔" رہبر خان نرم لہجے میں بولے۔

"تمہاری بھابھی نے کچھ کھایا یا ابھی تک فاقے کی حالت میں ہیں۔" اسفند نے کنول کے قریب بیڈ پر براجمان علیزہ اور عائزہ کو مدھم مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا۔

"شاباش بیٹا 36 گھنٹوں کے بعد تم نے گھر میں قدم رکھا ہے اور پوچھتے ہو کہ یہ فاقے کی حالت میں تو نہیں' کال تو تم بھی کر سکتے تھے' اس کا حال احوال دریافت کرنے کے لئے۔" کنول کے سرہانے بیٹھی ارجمند اس کی خبر لے رہی تھیں۔

"امی! معاف کر دیں۔" اسفند بے ساختہ ان کے قدموں کے پاس بیٹھا۔

"کھانا تیار ہے جلدی سے فریش ہو کر دونوں آجاؤ۔" ارجمند اس کا گال تھپک کر کہا۔

"کیا میں کنول کو جگا دوں؟" ارجمند بی بی کے لفظ "دونوں آجاؤ" کے جواب میں اسفند نے پوچھا تو ارجمند بی بی بولیں۔

"کنول بیٹی جاگ رہی ہے۔" ارجمند دروازے کی سمت جاتے جاتے پلٹ کر مسکرائیں۔

"اور اب آپ کی خیر نہیں۔" اسفند سے چھوٹی عائزہ نے اسے ہولایا۔

"میں نے کیا کیا ہے؟" وہ بے چارگی سے مسکرایا۔

"یہ تو آپ کو اب بھابھی ہی بتائیں گی۔" علیزہ بولی پھر دونوں ساتھ ساتھ مسکراتی وہاں سے چلی گئیں۔

"کیا اب تک مجھ سے ناراض ہو؟" کنول کے قریب بیٹھ کر اسفند نے بازو کو نرمی سے اس کی آنکھوں سے ہٹایا۔





"آپ مجھے بتا کر کیوں نہیں گئے؟" سوال کے جواب میں سوال کیا تھا کنول نے۔ اسفند کو قدرے طمانیت محسوس ہوئی اس کے چہرے یا لہجے میں گزشتہ روز کی تلخی کی ہلکی سی پرچھائیں بھی نہ تھی۔

"میں آئندہ خیال رکھوں گا۔" اسفند نے مختصراً کہا۔

"اور میں جو اتنی پریشان رہی کہ پتہ نہیں آپ مجھ سے روٹھ کر کہاں چلے گئے ہیں۔" کنول نے اس کے گھٹنے پر سر رکھا۔

"یار تم یہاں کسی سے بھی پوچھ لیتی۔ سب کو معلوم تھا کہ مجھے اچانک کہاں جانا پڑا اور میری واپسی کب تک ممکن ہو گی۔" اسفند نے اس کی ریشمی زلفوں کو سہلایا۔

"علیزہ نے مجھے بتا تو دیا تھا پر"....

"پھر بھی تم خوامخواہ پریشان ہوتی رہیں۔" اسفند نے اس کے بال سمیٹے۔

"مجھے ڈر لگ رہا تھا اسفند کہ آپ غصے میں"....

"ہاں تمہیں ڈر لگ رہا تھا۔ میں غصے میں جھوٹ بول کر کہیں کا کہیں نہ نکل پڑا ہوں۔ کسی پاگل خانے نہ پہنچ گیا ہوں۔ گاڑی تیزی ڈرائیو نہ کر رہا ہوں یا پھر کسی دیوار سے سر نہ پٹخ رہا ہوں' کسی کھمبے میں گاڑی نہ دے ماروں۔" اسفند نے مذاق اڑایا۔

"آپ کو مذاق سوجھ رہاہے اسفند اور میرا مارے گھبراہٹ کے براحال تھا مگر آپ مردوں کو اپنی ہٹ دھرمی میں کسی کی کیا پرواہ۔ آپ کی بلاسے کوئی کسی بھی حال میں جیے یامرے۔"

"مریں تمہارے دشمن آئندہ یہ فضول بات کی تو میں واقعی اپنا سر کسی دیوار سے یا گاڑی کسی کھمبے سے دے ماروں گا۔" اسفند نے دھمکایا۔

"اور اگر آپ کو کچھ ہوا تو میں"....

"تو تم مجھے جان سے مارڈالوں گی۔"

"اسفند...."یکدم دہل کر کنول نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ اسفند نے کھکھلاتے ہوئے اس کی دونوں کلائیاں تھام کر مقابل بٹھایا۔ کنول کے انداز میں پھر خفگی در آئی تھی۔

"چھوڑیں مجھے...."کنول ہلکی سی مزاحمت کے ساتھ مچلی۔

"نہ.... سنا نہیں تم نے امی نے کیا فرمایا تھا ابھی کہ پورے چھتیس گھنٹوں کے بعد میں نے گھر میں قدم رکھا ہے۔" وہ ماں کے الفاظ دہراتا مسکرارہا تھا۔ اس کا لہجہ مخمور تھا۔ آنکھوں میں مدھ بھرے جذبات کی جگمگاہٹ تھی۔

"اور اب ایسے بے تابی کا مظاہرہ کر رہے ہیں جیسے میری بڑی فکر رہتی ہے۔"کنول نے شکوہ کناں نظروں سے اسفند کو دیکھا۔

"تو پھر اور کس کی فکر رہتی ہے؟"





"میں کیا جانوں۔" کنول کلائیاں چھڑا کر اس سے دور ہوتی پل میں بستر سے اتری تھی اور نکل گئی کمرے سے باہر۔ اسفند ایک گہری سانس سینے میں بھر کے سر پر ہاتھ پھیرتا کمرے سے نکلا تھا۔

☆☆☆

"اسفند کو گاؤں جا کر اس عورت سے ملاقات کا راستہ نکالنا چاہئے اس سے بات کر کے دیکھنا چاہئے کہ وہ آخر یہ سب کیوں کر رہی ہے؟" رہبر خان نے کھانے کے بعد سب کو اپنے کمرے میں طلب کیا تھا۔

"مگر اسفند کو گاؤں نہیں جانا چاہئے۔"

سب نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اسفند کو دیکھ رہی تھی جو شاید والد کے سامنے کنول کے احتجاج کو برا سمجھ رہا تھا۔ وہ خاموش تھا مگر اس کی آنکھوں میں کنول کے لئے متاسفانہ سرزنش کی واضح رمق ہلکورے لے رہی تھی مگر کنول کو اپنی بات کا کچھ افسوس نہ تھا۔

"تو پھر کسے جانا چاہئے؟ کیا تمہیں؟" اسفند بولا۔

"اسفند۔" وقار خان نے اسفند کے لہجے کی سختی کو محسوس کر کے اسے بیچ میں ہی ٹوکا مگر اسفند یہ کہنے سے باز نہ آیا۔

"مجھے لگ رہا ہے اس کا دماغ پھر خراب ہو رہا ہے۔"

"میرا دماغ خراب نہیں ہو رہا ہے دماغ تو...." کنول نے جھنجھلا کر کہنے کے درمیان ہی ہونٹ بھینچ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

"دماغ تو میرا خراب ہو رہا ہے بلکہ ہو چکا ہے۔ یہ ہی کہنا چاہتی ہو ناں تم؟" اسفند نے طنز کیا۔ کنول جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں آپ کی بات نہیں کر رہی اسفند.... میں تو اس منحوس عورت کی بات کر رہی ہوں۔ آپ خوامخواہ اس کے منہ لگنا چاہتے ہیں اس قسم کی عورتوں کو تو پولیس کے حوالے کرنا چاہئے۔"

"اسفند! بیٹھ جاؤ تم' سکون سے بات کرو۔" ارجمند بی بی نے بیٹے کو مخاطب کیا۔

"میں گاؤں جانا چاہتا ہوں بابا جان' میں اس عورت"....

"آپ کسی صورت گاؤں نہیں جائیں گے کیونکہ میں یہ نہیں چاہتی۔" کنول نے پھر مداخلت کی اسفند زچ ہو اٹھا۔

"تم مجھے کیسے روک سکتی ہو؟" اسفند کے تیور بگڑ چکے تھے۔





"حق ہے میرا آپ پر اسفند۔" کنول اس کے مقابل کھڑی ہو کر دوبدو بولی۔

"کنول بیٹی تمہاری خواہش کا احترام کیا جائے گا۔" رہبر خان بولے۔

"پر بابا جان؟" اسفند گڑ گڑایا۔

"تم چپ رہو نالائق۔" رہبر خان نے اسے گھورا۔ وہ ہاتھ ملتا دوبارہ اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ کنول احتجاجاً وہاں سے اپنے کمرے کی جانب چلی گئی۔

آدھے گھنٹے کے بعد اسفند اپنے کمرے میں آیا تو پرسکون تھا۔ ماں کی ہدایت پر اس نے شاور کے بعد کنول کو لانگ ڈرائیو پر لے جانے کا پروگرام بنالیا تھا۔ وہ شاور لے کر نکلا تو کنول بے نیازی سے کروٹ لئے سوچکی تھی۔ وہ اسے پرسوچ انداز میں الجھی نظروں سے دیکھتا رہا اور پھر' وہ غیر ارادی طور پر بیڈ پر براجمان ہوا۔

"آخر اسے ہوا کیا ہے؟" اسفند نے سوچا پھر اس نے ایک بوجھل سانس کے ساتھ بستر چھوڑا۔

اگلی رات ڈنر پر بڑے چچا اور چھوٹے چچا بھی اپنی اپنی فیملیز کے ساتھ آگئے تھے۔ رہبر خان ہی نے اس مسئلے پر بات کرنے کے لئے خصوصی طور پر ان کو بلوا بھیجا تھا۔

رمضان کی آمد آمد تھی۔ رہبر خان اور باقی سب بھی اس مسئلے کو ساتھ خیریت سے سلجھانا چاہتے تھے۔ اس پریشانی نے واقعتاً ان کا سکون اجیرن کر ڈالا تھا۔ وہ سب کنول کے دادا جی کو

حویلی سے یہاں لانا چاہتے تھے۔ ان سب کو اس اجنبی عورت سے نفرت تھی شدید نفرت تھی۔ ایک طرف وہ اس عورت کو کڑی سزا دینا چاہتا تھا اور دوسری طرف اس کی مدد بھی کرنا چاہتا تھا۔ اسے نہیں لگتا تھا کہ وہ عورت جو بھی کر رہی تھی' اس میں اس کا کوئی قصور تھا۔

"میں گاؤں جانا چاہتا ہوں۔" اسفند نے شفقت خان اور عظمت کے سامنے ایک بار پھر اپنا فیصلہ سنایا۔

"میں بھی گاؤں جاؤں گی۔" کنول کی بات نے اسفند کی پیشانی پر الجھن کی سلوٹیں ابھار دیں۔ رہبر خان نے سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھا۔ اسفند نے کڑے تیوروں کے ساتھ کنول کی جانب نگاہ کی۔

"تمہارا جانا ضروری نہیں کنول" وہ ضبط سے کام لے کر بولا۔

"میرا جانا ضروری ہے۔" کنول کا انداز ضدی تھا۔ اسفند نے ایک گہری سانس کے ساتھ ماں کو بے بسی سے دیکھا۔

"میں اسفند کے ساتھ گاؤں جانا چاہتی ہوں بابا جان۔ میں اسے تنہا وہاں جانے نہیں دینا چاہتی۔ میں ان پر بھروسہ نہیں کر سکتی' اس بات کے لئے کہ یہ مسئلے کو آسانی سے اور بغیر کسی نقصان کے حل کریں گے۔"

"غصہ ایک فطری عمل ہے۔ غصہ میری کمزوری نہیں ہے۔" اسفند نے تحمل سے کہا۔





"غصہ آپ کی کمزوری ہی بنتا جا رہا ہے اسفند اس معاملے میں۔"

"تم بے وجہ بحث کر رہی ہو کنول اور مجھے تمہارے بھروسے کی ضرورت نہیں' میں اپنا بھلا خوب سمجھتا ہوں۔" اسفند آنکھوں میں شکوہ لئے کنول کو ناراضگی سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ کی زندگی صرف آپ کی نہیں ہے اسفند میرا بھی.... ہم سب کا بھی آپ پر' آپ کی زندگی پر کچھ حق ہے۔"

"تم گاؤں نہیں جا سکتیں۔" زچ ہو کر اسفند نے بالآخر اٹل لہجے میں اپنا فیصلہ سنایا۔

"تو پھر آپ بھی گاؤں نہیں جا سکتے۔" کنول کا انداز بھی اٹل تھا۔

"تم دونوں.... گاؤں جاؤ گے۔" ان دونوں کی بحث طویل ہو کر کسی بدمزگی میں ڈھلنے سے بچانے کے لئے رہبر خان نے فوری اور غیر متوقع فیصلہ سنایا۔ کنول کا چہرہ دمک اٹھا۔

"مگر بابا جان...." اسفند احتجاج کو مچلا۔

"تم چپ رہو نالائق۔" رہبر خان نے حسب عادت اسفند کو جھڑک دیا۔

"یا تو تم اپنی بیوی کو خود قائل کر دیا پھر تم مان لو کہ تم نالائق ہو۔" رہبر خان نے اسے سنجیدگی سے ڈانٹنے کا عمل جاری رکھا اسفند کو ان کی اس ڈپٹ نے بے اختیار کھسیا کر گردن کھجانے پر مجبور کر دیا۔

"شکریہ بابا جان۔" کنول نے اٹھ کر رہبر خان کے شانے پر سر رکھتے ہوئے ممنونیت سے ان کو دیکھا اور پھر اسفند کو جو آنکھوں میں ناراضگی کی چمک لئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ رہبر خان کنول کا سر تھپک کر مسکرا دیئے۔

وہ دونوں سب سے ملنے کے بعد گاؤں بھی پہنچ گئے۔ صبح سے دوپہر' پھر شام اور پھر شام سے رات بھی ہو گئی مگر اسفند کا موڈ بدستور خراب تھا۔ کنول کو اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ اس نے اسفند کے ساتھ سب کے سامنے بار بار بدتمیزی کا مظاہرہ بھی کیا اور پھر اس کی حکم عدولی بھی کی۔ وہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھی۔

"اسفند!" وہ رات کمرے میں آیا تو کنول نے اس کی راہ روکی۔

"میرے راستے سے ہٹو۔" اسفند نے اسے دیکھتے ہی منہ پھیر لیا تھا۔ کنول کے دل پر چوٹ پڑی مگر وہ اسفند کے کسی شدید ردعمل کے لئے خود کو تیار کر چکی تھی۔

"سوری اسفند۔" کنول نے اس کے گال پر ہاتھ رکھ کر چہرے کو اپنی نظروں کے سامنے کیا۔ اسفند نے بے رخی سے اس کا ہاتھ جھٹکا اور بولا۔

"تم اپنی ضد پوری کر چکی ہو۔" اسفند نے پلٹنا چاہا مگر کنول نے اس کا بازو تھام لیا۔

"تو کیا ہوا' کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ میں مزید اپنی کوئی بات نہیں منوا سکتی آپ سے؟"



مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔
www.pakistanipoint.com

کنول کی بات پر اسفند نے لب بھینچتے ہوئے پھر سے چہرہ پھیرنا چاہا مگر اس سے پہلے کنول اس کا بازو چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگی۔ پھر کچھ سوچ کر اسفند کے قریب آئی۔

"تو ٹھیک ہے آپ کو اپنا جان کر حق جتاتی ہوں۔ یہ بات آپ کو نہیں منظور تو چلئے جیسی آپ کی مرضی۔ جایئے میں بھی آپ سے بات نہیں کروں گی۔ میں صبح ہی واپس چلی جاتی ہوں۔ اب تو خوش ہو جایئے۔" وہ الٹے قدموں سے ایک مرتبہ پھر اسفند سے دور ہٹتی' اسفند کو بے چین کر گئی تھی۔ اس کا پاس آنا' دور ہٹنا' پھر قریب آنا اور قریب آ کر پھر سے دور ہونا اسفند کی دھڑکنوں کو یوں بے ترتیب کر گیا جیسے کوئی کھلتے گلاب کے نازک پھول کو پتی پتی نوچ کر بکھیر کے رکھ ڈالے۔ خاموشی بڑھنے لگی تو اسفند نے ایک محتاط نظر سامنے ڈالی۔ کنول بستر پر بیٹھ رہی تھی۔ اس کے ہر ہر انداز میں بے نیازی تھی۔ اسفند خاموشی سے پلٹ کر دروازے کی جانب بڑھنا چاہتا تھا کہ مدھ بھری پکارنے مکمل استحقاق و قدرے لجاجت سے اس کے قدم روک لئے۔ اسفند نے پگھلتے من کی مچلتی دھڑکنوں کے سنگ پلٹے بغیر کنول کی سمت نظر کی اور اس کا رہا سہا ضبط بھی پتی پتی ہو کے بکھرنے لگا۔

وہ ستم گر اپنی شبنمی ہونٹوں پر دل کھینچ لینے والی مسکان کی چاشنی سجائے چپ چاپ اسے منانے کو تیار بیٹھی تھی۔ وہ پلک جھپکتے میں اس کے قریب ہوا دھڑکنوں میں جذب کر لیا۔

"کیا ہوا؟" کنول کی نقرئی ہنسی کی جھنکار میں شرارت تھی۔

"کیا تم نہیں جانتیں؟" اسفند کا لہجہ گھمبیر ہو چلا تھا۔ خود وہ پگھل رہا تھا۔

"آپ تو مجھ سے روٹھ کر کہیں جا رہے تھے۔" کنول نے شرارت سے کہا۔

"میں تم سے روٹھ کر بھی تمہارے ہی پاس آنا چاہتا ہوں اور بھلا کہاں جا سکتا ہوں۔ اچھی بیوی نصیب والوں کو ملتی ہے۔" وہ شرارت سے مسکرایا۔

"آپ مجھ سے روٹھ کر دور جا بھی نہیں سکتے۔"

"میں تو اپنی محبت کی قربت بھی برداشت نہیں کر سکتا تو دوری کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔"

اسفند کا تمام تر ضبط فنا ہو چکا تھا۔ وہ سچ مچ اپنی محبت کی دوری برداشت کرنے کی خود میں ذرا سی بھی سکت نہ رکھتا تھا۔ کنول کی محبت تو اس کی نس نس میں لہو بن کے رواں دواں تھی۔

"اسفند سوری۔"

☆☆☆

"آپ کہاں جا رہے ہیں اسفند؟" میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔"

"یار کیا مصیبت ہے جب سے ہم گاؤں آئے ہیں تم نے ہر جگہ میرے ساتھ جانے کی رٹ لگا رکھی ہے۔" اسفند ہیئر برش سے بال سنوارتا جھنجھلایا۔





"تو اس میں پرابلم کیا ہے؟" کنول مصر تھی۔

"پرابلم.... پرابلم یہ ہے کہ اب میں ہر جگہ تو تم کو ساتھ نہیں لے جا سکتا۔" اسفند نے دوٹوک کہا۔

"تو نہ جایا کریں ایسی کسی جگہ جہاں مجھے ساتھ لے جانا ممکن نہ ہو آپ کے لئے اسفند۔"

"یہ کیا بچوں والی بات کی تم نے؟"

"بس یہیں بیٹھیں سکون سے حویلی میں، ضرورت ہی کیا ہے گھنٹوں گھر سے باہر رہنے کی۔"

"کنول... کنول مرد ہوں میں، عورت نہیں ہوں کہ گھر کی چاردیواری تک خود کو محدود رکھنا میرے لئے ضروری ہو، آج کل تو عورتیں بھی یوں گھنٹوں گھر میں بند نہیں رہنا چاہتیں اور تم مجھ پر پابندیاں لگا رہی ہو۔"

"بس پھر میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔" کنول پر اس کی جھنجھلاہٹ نے کچھ اثر نہ کیا تھا۔

"آخر یہ کب تک چلے گا کنول۔" اسفند نے دونوں ہاتھ اپنے پہلوؤں پر ٹکا کے ضبط کی گہرا سانس لی۔

"جب تک آپ یہاں میرے ساتھ گاؤں میں ہیں۔" کنول اس کے پہلو کا حصہ بنی۔

"چچ..... یار کیا مصیبت ہے میری زندگی عذاب بنا کر رکھ دی ہے تم نے۔" وہ تمام ضبط کھو کر تپ اٹھا تھا۔ اسی جھنجھلاہٹ کے عالم میں اسے خود سے دور کیا۔

"آخر تم دن بدن یہ اس طرح نا قابل برداشت کیوں ہوتی جا رہی ہو میرے لئے کنول۔"

"مجھے ڈر لگتا ہے اسفند۔" کنول نے سادگی سے سچ بیان کیا۔

"میں نہیں مان سکتا تمہارے اس بے ڈھنگے جواز کو آخر کس بات کا ڈر' موت اور زندگی تو اسی کے اختیار میں ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ کوئی اس دنیا میں اگر جی رہا ہے تو لازمی سی بات ہے کہ اسے ایک نہ ایک دن مرنا بھی ہے' کیا تم مجھے مرنے سے بچا سکتی ہو۔"

"ایسی منحوس باتیں مت کریں اسفند۔ مجھے تو آپ کے غصے سے ڈر لگتا ہے۔"

"یہ تمہارا ایک اور بے ڈھنگا جواز ہے' ہٹو پیچھے۔"

"اسفند آپ کو میرے خوف کا کچھ احساس نہیں۔"

"کس بات کا خوف یار تم مجھے بتاؤ تو سہی میرے سمجھ سے باہر ہے تمہارا خوف۔ یار میں کوئی ڈریکولا تو ہوں نہیں کہ غصے میں اٹھ دس بندوں کا بیک وقت خون پی جاؤں گا جس کا تمہیں خوف رہے۔" اسفند رشدید جھنجھلاہٹ سوار تھی۔

"کیا آپ نے نظام خان سے نہیں کہا کہ وہ کسی بھی قیمت پر اس عورت کو آپ کے سامنے لائے تا کہ آپ اسے عبرت ناک سزا دیں۔" کنول کہے بغیر نہ رہ سکی۔





کنول کے منہ سے اصل بات سن کر اسفند نے ٹھٹک کے اسے دیکھا اور پھر وہ یکدم نظریں چرا گیا۔

"اوہ تو..... تم نے میری جاسوسی کی ہے۔"

"میں نے آپ کی جاسوسی نہیں کی۔ میں نے اچانک آپ کی نظام سے ہونے والی باتیں سن لی تھیں۔ جب سے اب تک میرا خوف سے برا حال ہے۔"

"وہ عورت اسی لائق ہے کہ اسے کڑی سزا دی جائے اس کے کئے کی۔"

"مگر آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے اسفند' جس سے آپ کی ذات کو کسی مشکل سے دوچار ہونا پڑے۔ ہم..... ہم پولیس کی مدد بھی تو لے سکتے ہیں۔"

"ہم پولیس کی مدد نہیں لے سکتے کیوں کہ اس عورت نے نظام خان کے ہاتھ صاف صاف کہلوا بھیجا ہے وہ پولیس سے بھی نہیں ڈرتی۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ہم پولیس کی مدد لینے کی کوشش کریں تو وہ ہم سے کسی بھی قسم کی رعایت نہ کرے۔ اس نے تو یہ بھی پیغام بھیج دیا ہے ہم تک کہ کسی بھی نتیجے کی پرواوہ لوگ کرتے ہیں جن کا کوئی اپنا دنیا میں موجود ہو۔ اس دنیا میں تنہا زندگی گزارنے والے مظلوم کو کسی کی حفاظت کا کھٹکا نہیں لگا رہتا۔ وہ اپنی ذات میں تنہا اور بے خوف ہو جاتا ہے۔"

"اونہہ مظلوم.... مظلوم کہتی ہے خود کو منحوس' بے حس عورت۔" کنول نے نفرت سے کوسا۔

"میں اس عورت سے اچھی طرح نمٹ لوں گا۔ تم بار بار میرے راستے کی دیوار بننے کی کوشش نہ کرو۔ اس سے وقت ضائع ہو گا۔ پہلے ہی ہماری تاخیر نے اس عورت کو بہت ڈھیل دے دی ہے۔ اس کا پیسوں کا تقاضہ دن بہ دن بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ نظام خان بھی عجیب کاہل آدمی ہے۔ ایک عورت کے ٹھکانے کا سراغ نہیں لگا سکا ابھی تک۔"

"آپ اس معاملے کو چھوڑیں اسفند۔ خود ہی بابا جان اور انکل لوگ اس مسئلے کو حل کر لیں گے۔ ہم.... ہم.... واپس شہر چلتے ہیں اسفند میں دادا جان کو شہر چلنے پر راضی کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔" کنول کو اسفند کے تیوروں نے مزید بوکھلا دیا۔

"میں یہاں سے یوں اس طرح ناکام واپس جانے کے لئے نہیں آیا۔ تم جانا چاہتی ہو تو شوق سے جاؤ۔" اسفند اپنے فیصلے کو بدلنے کے لئے کسی طور تیار نہ تھا۔

"آپ کو بھی میرے ساتھ چلنا ہو گا اسفند۔"

"مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت ہے نہ اعتراض کی۔ میں تمہاری بیوی نہیں ہوں' تم بھی یوں مجھ پر اکھڑ شوہروں والے حکم صادر کرنے کی مضحکہ خیز کوششیں مت کیا کرو۔ کتنی بار میں تم کو یہ بات سمجھا چکا ہوں۔"





"اسفند! میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ میرا یہاں دم گھٹ جائے گا۔"

"یہاں آنے کی بھی تم کو جلدی تھی اور یہاں سے جانے کی بھی میں تمہارا غلام نہیں ہوں جو تمہارے اشاروں پر چلوں۔" اسفند یکدم ہی بلاسٹ ہوا تھا۔ پھر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ کنول گھبرا کے اس کے پیچھے لپکنا چاہتی تھی مگر کچھ سوچ کر اپنی جگہ پر ہی تھم سی گئی۔ اس کا ذہن یکدم ہی ماؤف ہونے کو تھا اور چند ہی سیکنڈز مین اس نے اسفند کو تیز قدموں سے کمرے میں آتے دیکھا۔ اسفند کے چہرے کے تاثرات اتنے خطرناک تھے کہ وہ اپنی رہی سہی سدھ بدھ بھی گنوا کے اپنی جگہ گم صم کھڑی رہی تھی اور پھر اسے جھٹکا لگا اسفند نے اسے کلائی سے دبوچا تھا وہ خائف ہو کر سہمی۔

"اسفند...." کنول نے گھبرا کے اسے دیکھا۔ اسفند پر اس کی گھبراہٹ نے کچھ اثر نہ کیا تھا۔ وہ اسے بے دردی سے کھینچتے ہوئے باہر لان تک لے آیا۔ اسفند نے اس کی کسی بات پر کان نہ دھرے۔ ڈرائیور کو گاڑی پورچ سے نکالتے اسفند نے قدرے تحمل سے کام لیا۔ ڈرائیور گاڑی ان کے قریب لایا تو اسفند نے کہا۔

"بی بی کو شہر پہنچا کر فورا حویلی واپس آ جانا۔" ڈرائیور کو سختی سے حکم صادر کیا۔ کنول نے تڑپ کے اسفند کو دیکھا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔" کنول نے خود کو سنبھال کر اس کی گرفت سے ہاتھ چھڑانا چاہا مگر وہ تو جیسے اندھا بہرہ بن چکا تھا۔ گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کے اسفند نے اس کو سیٹ پر دھکیلا پھر دروازے لاک کر کے قدموں سے حویلی کے اندرونی حصے کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ پیچھے کنول اسے بے بسی سے پکارتی رہ گئی تھی۔ اسے یقین نہ آ رہا تھا کہ اسفند اس کی یوں بھی تذلیل کر سکتا ہے۔

"گاڑی روکو نظام خان.... سنا نہیں تم نے.... دروازہ کھولو۔ مجھے شہر نہیں جانا۔" وہ ڈرائیور پر چلائی۔

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر چھوٹی بی بی مگر مجھے معاف کر دیں میں صاحب کی حکم عدولی نہیں کر سکتا۔" نظام خان نے مختصراً کہہ کر گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی۔ وہ غم و غصے کی شدت کے ساتھ بھیگتی آنکھوں میں بے بسی کی تپش لئے ڈرائیور پر غصہ نکالتی ہوئی چلائی۔ ڈرائیور نظام خان پر کچھ اثر نہ ہوا تھا وہ اس کی طرف سے آنکھیں اور کان بند کئے تیزی سے گاڑی کو شہر جانے والے مختلف راستوں پر بھگاتا رہا اور شدید اہانت کے احساس سے زخمی کنول سسکتی چلاتی رہی۔

☆☆☆





رمضان کا پہلا عشرہ ختم ہونے کو تھا۔ سب کنول کی اداسی کو محسوس کر رہے تھے۔ اسفند کے شہر آنے کی دیر تھی اس کی اداسی لمحوں میں دور ہو جاتی۔

اسفند گاؤں میں کیا کرتا پھر رہا تھا کنول تک خبریں پہنچ رہی تھیں۔ اسفند سے سب ہی بذریعہ فون پر بات کر لیتے تھے۔ اسفند نے بارہا کنول سے بات کرانے کو بھی کہا۔ کنول کے موبائل کے ذریعے بھی کئی بار بات کرنے کی کوشش کی مگر مکمل خاموشی اور سناٹا پایا جاتا۔

ملک ارمان (دادا جی) کی صحت دن بدن بہتر ہو رہی تھی۔ وہ اپنے دائیں بازو اور ٹانگ کو تھوڑی بہت حرکت کے لئے استعمال کرنے کے قابل تو ہو ہی چکے تھے۔ پچھلے دو تین روز سے ڈاکٹر نے اسفند کو یہ خوشخبری سنائی تھی کہ دادا جی اب پچھلے اپنے جسم کے بائیں حصے پر بھی کسی حد تک اختیار پانے کی پوزیشن میں آ رہے تھے۔ اسفند نے پروردگار کا دل سے شکر ادا کیا تھا۔

"مجھے یقین ہے ملک صاحب بہت جلد اور بھی بہتر ہو جائیں گے۔ خود چلنے پھرنے لگیں گے۔ وہ بولنے کے قابل بھی ہونے لگیں گے۔ بس ہمیں اب ان کے علاج پر اور زیادہ توجہ دینی ہو گی۔ ذرا سی بھی کوتاہی ان کی اچھی ہوتی حالت پر برے اثرات ڈال سکتی ہے۔" یہ ڈاکٹر

کے الفاظ تھے۔ حویلی کے تمام ملازمین بھی بہت خوش اور پرجوش تھے کہ ان کی دن رات کی تھکا دینے والی خدمت رائیگاں نہیں جارہی تھی۔

"کنول کی طبیعت ان دنوں نازک ہے تمہیں تو پتہ ہے بیٹا سفر اس کے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ میں نے تو ابھی اس کو ملک صاحب کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا وہ پہلے ہی کتنی خود سر اور چڑچڑی ہو رہی ہے ہمیں تو بہر حال اس کا خیال رکھنا ہے۔ ملک صاحب کی ذات کے حوالے سے یہ خوش خبری سن کر وہ تو بالکل بے قابو ہو جائے گی۔ خوامخواہ اس پر ضد سوار ہو جائے گی گاؤں پہنچنے کی خیر سے اٹھ' دس دنوں میں وہ فارغ ہو جائے گی تو اسے ملک صاحب کے بارے میں بتادوں گی۔"

"آٹھ دس دنوں میں...." اسفند کی رگوں میں لہو کی گردش تیز ہوئی۔

"مجھے تو خیال ہی نہیں رہا۔ آپ کنول کا بہت خیال رکھئے گا امی۔" وہ بے تابی سے مچلا تو ارجمند بی بی ہنس دیں۔

"پگلے یہ بھی کہنے کی بات ہے اور ہاں سنو تو تم آنے کی کوشش کرو' تمہارا اس کے پاس ہونا بھی ضروری ہے بیٹا۔"

"ٹھیک ہے امی آپ لوگ بہتر سمجھتے ہیں۔ بس آپ سے میری ایک گزارش ہے اس ضدی لڑکی کا بہت خیال رکھئے گا۔ میں آنے کی کوشش کروں گا۔"





"کوشش نہیں تمہیں ہر صورت یہاں آنا چاہئے۔ تمہارے بغیر اس بے وقوف نے اپنی جو حالت بنا رکھی ہے اسے دیکھ دیکھ کر میرا تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔" ارجمند بی بی کے غصے میں بھی کنول کے لئے بے پایاں محبت بول رہی تھی۔

"میں.... آؤں گا۔ بس آپ دعا کریں مجھے یہاں سے نکلنے کا وقت میسر آجائے۔"

"تمہیں وقت نکالنا چاہئے' آخر تم اس کے ہونے والے بچے کے باپ ہو بیٹا۔"

"جو آپ کا حکم امی۔" اسفند نے ان کو مطمئن کیا مگر خود کا اطمینان خاک ہو چکا تھا۔ جانتا تھا وہ کوشش اور خواہش کے باوجود وقت پر گاؤں سے شہر نہ جا سکے گا۔ حالات نے رخ ہی کچھ اس طرح پلٹا تھا کہ وہ تو اپنی ذات کو بھی وقت نہ دے سکتا تھا۔ کہاں یہ کہ آٹھ دس دنوں کے لئے شہر چلا جاتا۔ یہ بڑی ناممکن سی بات تھی۔

"مجھے ایک دو دن کے لئے تو شہر ضرور جانا چاہئے۔ کنول کو میری ضرورت ہے...." اسفند نے بے اختیار سوچا تھا اور اپنے بچے کے بارے میں سوچ کر اس کے لہو کی گردش میں ایک بار پھر ارتعاش پیدا ہوا۔

"میرا بچہ...." اس کے لب آپ ہی آپ مسکرا اٹھے۔ دل ایک عجب گداز جذبے سے لپٹ کر پرجوش ہوا۔ اس کے احساسات پر ایک خمار آلود سا نشہ چھانے لگا ہواؤں میں اڑتا محسوس کر رہا تھا۔ اس کا من بے چین ہو اٹھا۔ دل میں عجیب سی خواہش نے انگڑائی لی کہ اس

کے پر لگ جائیں اور وہ اڑ کر کنول کے پاس پہنچ جائے۔ کتنے دن ہو گئے تھے اس نے نہ دیکھا تھا نہ اس کی آواز سنی تھی۔ کتنی بے دردی سے روٹھی تھی وہ اس سے اس بار۔ اسفند کو لگ رہا تھا جیسے کنول کی آواز سنے' کنول کو دیکھے' اسے چھوئے کئی صدیاں گزر گئی ہوں۔ ایک رات پھر اس نے کنول سے رابطہ کرنے کی بار بار کوشش کی۔ مگر وہ ظالم ستم گر بنی خاموش رہی تھی۔ کنول نے اس کی کال ریسیو بھی کی خاموشی سے خود کو بار بار پکارتے بھی سنا اور پھر بے حسی کے مظاہرے کے ساتھ رابطہ منقطع کر ڈالا۔ اسفند بے بسی سے تڑپ اٹھا۔

"یہ.... یہ.... یہ مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہی۔ اسے احساس کیوں نہیں۔ میری بے چینی کا...." اسفند نے بے قرار' اضطراری کے عالم میں ایک اور کوشش کی۔ رابطہ ہوا' اسفند نے اس کے بولنے کا انتظار کیا۔ خاموشی نے طوالت پکڑی تو وہ تڑپ کر مچلا۔ وہ جانتا تھا صبح کنول کو ہسپتال لے جایا جانا تھا اور اس وقت اس سے بات کرنے کی روادار نہ تھی۔

"کنول.... تم مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہی.... کتنے دن ہو گئے میں نے تمہیں دیکھا نہیں۔ تمہاری آواز تک نہیں سنی.... میں جلد آنے کی کوشش کر تو رہا ہوں مگر وہ عورت...." اسفند کی بات ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ کنول نے دوبارہ بے دردی سے رابطہ توڑا۔ اسفند کا دل بے بسی سے کراہ اٹھا۔ اس کا ضبط برداشت و تحمل کی آخری حدوں پر تھا۔





"میں جو بھی کر رہا ہوں اس کے لئے کر رہا ہوں' اس کے دادا جی کے لئے کر رہا ہوں' پھر یہ مجھے سزا کس بات کی دے رہی ہے؟" کنول کے رویئے' اور بے رخی نے اس کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے۔ وہ سخت مایوسی' غم و غصے کے عالم میں کمرے کے دروازے کو ٹھوکر سے دھکیل کر حویلی کے وسیع و عریض لان میں چلا آیا اور ابھی اس کے قدم کسی جگہ تھمے بھی نہ تھے کہ ایک آواز نے اسے پتھرا دیا۔

"بکواس بند کرو۔" وہ اس آواز کو بالکل آسانی سے شناخت کر سکتا تھا۔ اسفند نے آواز کی لہروں کا تعاقب کیا۔ اس کے تمام خدشے' شک' اندیشے اس سمے سچ کی دہلیز کے کتنے قریب آتے دکھائی دے رہے تھے۔

"وہ بڈھا آسانی سے کہاں جان چھوڑنے والا ہے۔ اب تو اس میں ایک بار پھر نئے سرے سے جان آ رہی ہے۔ پھر سے اس کے اندر طاقت جاگ رہی ہے۔ محتاجی کے دور سے نکلنے کو بڑا بے چین ہے۔" بولنے والا بہت حقیر انداز میں ذکر کر رہا تھا۔ کس کا؟ اسفند چونکا۔ دل سمجھنے سے انکاری تھا پر اس کا دماغ بنا سمجھائے سمجھنے کو تیار تھا کہ نظام خان حقیر انداز میں کس بڈھے مردود کا ذکر کر رہا تھا اور کس سے ذکر کر رہا تھا؟ کیوں ذکر کر رہا تھا؟ کئی سوال تھے اسفند کو ایک لمحے میں سب سوالوں کے جواب مل رہے تھے۔

"اوئے میں تنگ آ گیا ہوں۔ اب تو اس عورت والے ناٹک میں بھی جو دم تھا اسے اپنے اختیار میں رکھنا قابو سے باہر ہو رہا ہے۔ اب جو عورت اس دنیا میں کوئی حقیقت کوئی وجود ہی نہیں رکھتی تو پھر بھلا میں کیسے اس کا ان لوگوں سے آمنا سامنا کراؤں' بس اب اس گیم کا فائنل کرنا پڑے گا۔" نظام خان کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی اور اس کے قریب پہنچتے اسفند کا ہاتھ تیزی سے اپنے ہاتھ میں موجود موبائل کے مختلف بٹن پش کر رہا تھا اس کی انگلیوں کی حرکت محتاط اور مخصوص تھی اور دل کی دھڑکن اشتعال کے دباؤ سے بے ترتیب مگر اس نے خود کو فوراً سنبھال لیا تھا۔

"پولیس کی مدد لینے کا تو میں نے ان لوگوں کے دل سے خیال بھی نکال دیا ہے اور یہ کمینہ اسفندیار خان اس کی بتی بھی جلد ہی گل کرنی ہوگی۔ اب تو پیسے بھی سونگھ سونگھ کر میری ہتھیلی پر رکھتا ہے۔ اس کو بھی اچھی طرح رگیدنا پڑے گا۔"

نظام خان کی زبان مسلسل زہر اگل رہی تھی اور اس کی زبان سے نکلے والے زہریلے الفاظ انتہائی روانی اور سہولت کے ساتھ اسفندیار خان کی ہتھیلی پر موجود موبائل میں منتقل ہو رہے تھے۔

☆☆☆





نظام خان کو پولیس کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ وہ اپنی تمام تر خباثت اور گھٹیا پن سمیت ذلت و خواری کے گڑھے میں پھینک دیا گیا تھا۔

یہ سب ملک ارمان سے چھپانا درست نہ تھا مگر اسفند کو ان سے یہ بات چھپانی پڑی کہ ڈاکٹر کی سختی سے ہدایت تھی کہ ان کو ہر قسم کی پریشانی' مسئلے' الجھن' دکھ' صدمے سے بچائے رکھنے ہی میں ان کی صحت اور زندگی کی ضمانت ہے' پہلے ہی وہ جوان بیٹے اور بیٹی جیسی بہو کو بیک وقت اور اچانک حادثاتی موت کے صدمے سے یوں محتاجی کی زندگی سے دوچار ہوئے تھے۔ وہ نو سال کی اس محتاجی کی زندگی سے اب آہستہ آہستہ بھرپور اور صحت مند زندگی کی جانب محو سفر تھے۔ اسفند ان کے اس سفر میں کوئی رکاوٹ نہ ڈال کر ان کے سفر کو کامیاب بنانا چاہتا تھا۔ رہبر خان کا دوبارہ گاؤں آنے کا ارادہ تھا۔ اسفند کو یقین تھا اگر رہبر خان کو یوں ہی ملک ارمان کی طرف پیش قدمی کا سلسلہ برقرار رہا تو یقیناً ملک ارمان کو حویلی سے شہر جانے پر راضی کر لیں گے۔

رہبر خان گاؤں پہنچے تو ان کا ساتھ پا کر اسفند کا حوصلہ بھی مزید بلند ہوا اور شام تک وقار خان نے رہبر خان کے موبائل پر اسفند تک یہ خوشخبری پہنچائی۔ اسفند کا چہرہ پھول کی طرح کھل اٹھا۔

"ہمیں جلد شہر جانا چاہئے۔" وہ جوش مسرت میں باپ سے لپٹ کر بے قراری سے بولا۔ قریبی بستر پر موجود ملک صاحب کی خوشی بھی دیدنی تھی۔

"ہمیں اور ملک صاحب کو بھی۔" رہبر خان نے اسفند کا شانہ تھپک کر اسے خود سے الگ کرنے کے بعد ملک صاحب سے گلے مل کر مبارک باد دی۔ ملک صاحب کی آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک تھی اور چہرے پر خوشی سے بھرپور مسکراہٹ کا اجالا۔

"کیا دادا جی بھی ہمارے ساتھ چلیں گے؟" اسفند نے آنکھوں میں گہری امید لئے ملک ارمان کو دیکھا۔

"یہ اگر اب بھی انکار کریں گے تو ہم ان کو اٹھا کر یہاں سے لے جائیں گے۔" رہبر خان نے ملک ارمان کو دھمکایا۔ ملک ارمان نے نم آنکھوں سے مسکراتے چہرے کے ساتھ سر کو زور زور سے اثبات میں ہلا کر گویا اپنے شہر جانے کی رضامندی دی۔

"واہ ملک صاحب واہ دل خوش کر دیا آپ نے۔" رہبر خان نے آگے بڑھ کر ایک بار پھر ان کو گلے لگایا۔

"تھینک یو دادا جان۔" اسفند نے عقیدت سے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ ملک ارمان کی آنکھوں میں نئے جذبوں کی نئی امنگ تھی۔





ان تینوں کی شہر آمد نے سب کو حیران کیا تھا کیونکہ پرسوں عید متوقع تھی۔ آج رات چاند نظر نہ آیا تھا اس لئے کل بھی روزہ تھا۔

"ہم نے تو ملک صاحب کو انجانے میں قصوروار سمجھ لیا تھا۔ کتنی صفائی سے اس غلیظ فطرت انسان نے ملک صاحب کا امیج خراب کرنے کی زبردست کوشش کی۔ ہمارا دل تو نہ مانتا تھا کہ ملک صاحب کسی عورت کے جوان بیٹے کو قتل کرا سکتے ہیں مگر پھر بھی اس نے ہمیں یقین کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔" ارجمند بی بی نے تمام حقیقت سے آگاہی کے بعد حیرت کا اظہار کیا۔

"بس آئندہ اس گھر میں اس منحوس کا ذکر بھی نہیں ہونا چاہئے۔ کیا خیال ہے وقار' تراویح کے لئے چلنا چاہئے اسفند تم بھی باقی سب کے ساتھ آجاؤ۔" رہبر خان مسجد جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"وہ کیسی ہے اور یہ دروازہ کب کھولے گی مجھے اپنی بیٹی کو دیکھنا ہے۔"

"اپنے دادا جان اور اپنے بابا جان کے ساتھ ہی کمرے میں کیوں نہ گئے۔" ارجمند نے بیٹے کو پیار سے دیکھا۔ اسفند نے جھینپ کے گال کھجایا پھر ملتجی ہوا۔

"دروازہ تو کھلوائیں۔"

"آجاؤ۔" انہوں نے اسے اندر جانے کا اشارہ دیا۔ اسفند نے جھینپی مسکراہٹ کے ساتھ کمرے میں قدم رکھا۔ ارجمند بی بی بھی اس کے ساتھ تھیں۔ قدموں کی آہٹ پر کنول نے آنکھوں سے بازو ہٹایا۔ ان دونوں پر نظر پڑی تو اس کے بجھے بجھے چہرے پر سوگواری میں اضافہ ہونے لگا۔ پھر کنول نے اٹھنے کی کوشش کی۔ ارجمند نے آگے بڑھ کے اسے روکا۔

"ارے لیٹی رہو۔" ارجمند بی بی نے محبت سے اس کا ماتھا چوما۔

"تم نے دادا جی کو دیکھا' کتنے خوش تھے۔" ارجمند بی بی نے کنول سے ہمکلامی کے ساتھ ہی اس کے پہلو میں موجود ننھے سے وجود کو احتیاط سے اپنی بانہوں میں اٹھا کر قریب آتے اسفند کی طرف بڑھایا۔ کنول نے دیکھا۔ اسفند خاموش تھا مگر اس کے چہرے کا ایک ایک نقش بول رہا تھا۔ کنول نے اسے بے چینی سے ماں کی طرف ہاتھ بڑھاتے دیکھا۔ پھر اس نے اسے بہت احتیاط سے اس ننھے منے وجود کو ہتھیلیوں میں بھر کے سینے سے لگاتے دیکھا۔ پرجوش مسکراہٹ کے ساتھ اب وہ بے تابانہ بچی کو سینے سے لگائے چوم رہا تھا۔ بچی کسمسائی اور ساتھ ہی سہم کے رونا شروع کیا۔ اسفند گھبرا گیا ماں کو مدد طلب نظروں سے دیکھا۔

"امی دیکھیں اس کو کیا ہوا؟" گول مٹول گلابی گڑیا سی بیٹی کو پریشانی سے دیکھا۔

"تمہاری شیو بڑھی ہوئی ہے' چبھ رہی ہے اسے اتنی بدحواسی کے ساتھ پیار نہ کرو اور اتنی زور سے نہ بھینچو۔" ارجمند نے اسے بچوں کی طرح سمجھایا۔





"اسفند آجاؤ یار تراویح کے لئے دیر ہو رہی ہے۔" وقار خان نے جاتے جاتے اس کے کمرے میں جھانک کر پکارا۔ اسفند بچی کو ماں کے سپرد کر کے کنول کو دیکھے بنا کمرے سے نکل گیا۔ ارجمند بی بی کو یہ بات بہت محسوس ہوئی۔

"ارے.... دو گھڑی کنول کے پاس تو بیٹھتے۔" ارجمند بی بی نے بے اختیار پکارا مگر وہ کمرے سے جا چکا تھا۔

"ایک تو اس لڑکے کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ چلو خیر ابھی تھوڑی دیر میں آجاتا ہے تم جی برا نہ کرنا۔ یہ لو شاید اسے بھوک لگ رہی ہے۔" منہ بسورتی ہچکیوں سے روتی بچی کو اس کے پہلو میں رکھا اور پھر کنول کو اٹھنے میں سہارا دیا۔

"اسفند یہ کیا پاگل پن ہے۔ بچی کو اٹھا کر کمرے سے باہر لے آتے ہو اور یہ کنول سے بات چیت کیوں بند کئے بیٹھے ہو۔ تم دونوں کے ساتھ مسئلہ کیا ہے آخر۔"

"میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔ رات بھی تم کمرے میں نہیں سوئے۔ تمہارے بابا جان اور جس جس نے بھی تم کو سحری کے وقت لاؤنج میں سوتے دیکھا سب ہی نے مجھے احساس دلایا کہ جیسے سارا قصور میرا ہے اسی لئے میں نے تمہیں سب سے الگ سحری کرائی۔"

"وہ.... میں تھوڑی دیر کے لئے یہاں لیٹا تھا تو نیند آگئی امی۔"

"اور اب کیا ہے سارا دن گزر گیا ہے۔ شام ہونے کو آئی علی سے کہہ کر بچی کو یہاں منگوالیا خود کیوں نہیں گئے چل کر اپنے کمرے میں۔ اسفند صبح عید ہے بیٹا چاند نظر آ گیا ہے۔"

"تو پھر امی...." وہ بے دھیانی میں کہتا ان کو دیکھنے لگا۔

"تو پھر یہ کہ اپنے کمرے میں جاؤ۔ بھرا پُرا گھر ہے تمہارے چچا اپنی اپنی فیملیز کے ساتھ یہاں موجود ہیں بیٹا۔ تمہاری بھابی ہے اس گھر میں' بہنیں ہیں۔ کیا سوچیں گے یہ سب لوگ۔ چلو اٹھو جاؤ اپنے کمرے میں اور ہاں علیزہ' عائزہ سے کہہ کر کنول کو بھی مہندی لگاؤ مجھے صبح اس کے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی رچی نظر آنی چاہئے' سمجھے۔"

"جی امی.... آپ بے فکر ہو جایئے۔" اسفند فرماں برداری سے کہتا بچی کو آغوش میں سنبھالتا صوفے سے اٹھا۔

"اسے زینہ چڑھنے سے ڈاکٹر نے منع کیا ہے تم اسے باہر لان میں لے آنا' باقی سب ٹیرس پر ہیں۔ کنول کو تو عید کا چاند دیکھنے کی بڑی چاہت رہتی ہے۔" ارجمند بی بی اس کی اچھی طرح کلاس لے کر رہبر خان کی آواز پر ٹیرس کی طرف بڑھ گئیں۔ اسفند بچی کو آغوش میں بھرے بے چینی اور الجھن کی سی کیفیت میں یہاں وہاں ٹہلتا رہا۔

"اس بار ہم دونوں ساتھ عید کا چاند دیکھیں گے ناں اسفند۔" کنول کی سرگوشی نے اس کی یادداشت پر دستک دے کر دل کو بے چین کیا اس کے قدم کمرے کی جانب بڑھے مگر



مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔
www.pakistanipoint.com

کمرے میں آ کر اسفند کو مایوسی ہوئی۔ کنول سکون کی میٹھی نیند سو رہی تھی۔ اسفند کے دل میں پھر سے بدگمانی جاگی۔ کنول کے پہلو میں بچی کو لٹا کر وہ جتنی خاموشی سے کمرے میں آیا تھا اسی خاموشی سے نکل گیا۔

"میری عیدی....؟" یہ عید جس قدر خوبصورت دیکھائی دے رہی تھی اس کی گہرائی میں اسفند کے لئے اس سے کہیں زیادہ اداسی اور مایوسی تھی۔ سب ہی بہت خوش اور پرجوش تھے خوبصورت لباس میں خوبصورت تیاری کے ساتھ سب کے چہرے دمک رہے تھے۔ ارجمند بی بی کی ہدایت کے مطابق اسفند رات کنول کی طرف کسی طرح پیش قدمی نہ کر پایا تھا۔ صبح وہ لاؤنج سے اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔ گھر آیا تو ناشتے میں عید کے مخصوص لوازمات سے سجی ٹیبل پر اپنی نشست پر وہ سب کے ساتھ چوروں کی طرح شامل ہوا تھا۔ ہر کوئی چہک رہا تھا' بچوں کا بس نہ چلتا تھا ناشتہ چھوڑ کر عید کی تیاری پہلے کر لیں۔ سائرہ (مبین کی بیوی) علیزہ' عائزہ تینوں چچیاں اور ارجمند بی بی سمیت تمام خواتین کا کچن سے ڈائننگ ٹیبل تک جیسے تانتا بندھا ہوا تھا۔ کنول کی طبیعت کچھ سست تھی اسے ناشتہ کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اسفند نے دادا جی کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر ہی ناشتے کا بہانہ گھڑا تھا۔ ارجمند بی بی اسے دانستہ نظر انداز کرنے پر مجبور تھیں یا مصروفیت نے ان کو اسفند کی دوبارہ کلاس لینے کا موقع نہ دیا تھا۔

اور اب عید کی نماز سے فارغ ہو کر سب مرد حضرات گھر لوٹے‘ عید ملے اور سب کو عید مبارک کہنے کے ساتھ ہی عیدی لینے دینے کا مرحلہ زور و شور سے جاری تھا کہ اپنے چھ عدد چھوٹے کزنز اور دو بھتیجوں ایک بھتیجی سمیت دونوں بہنوں کو عیدی دیتے اسفند کے کانوں میں شہد آگیں آواز جادو بن کر اتری۔

”میری عیدی“ وہ قاتل ادا بنی ٹھنی اس کے سامنے دست سوال پھیلائے دل کی دنیا نیست و نابود کرنے کھڑی تھی۔

”گنجائش نہیں ہے۔“ اسفند نے شاہانہ انداز میں ٹالا۔

”ارے واہ.... گنجائش کیوں نہیں؟“ کنول نے پھرتی سے اس کی جیب سے جھانکتے والٹ کو اچک کر اپنی تحویل میں لیا۔

”یہ کیا....“ اسفند نے اسے بازو سے دبوچا۔ باقی سب کنول کو داد دے رہے تھے۔

”واہ بھابی کیا لمبا ہاتھ مارا ہے۔“ یہ عائزہ تھی۔ اسفند نے عائزہ کو گھورا اور ساتھ ہی علیزہ کو جو کنول کو شاباش دے رہی تھی اس قیمتی مشورے کے ساتھ۔

”بھابی اب والٹ سارے کا سارا آپ کا ہوا۔“

”میرے ساتھ غداری۔“ اسفند مسکراہٹ نہ روک پایا۔ مصنوعی خفگی سے بہنوں کو گھور رہا تھا‘ پھر علیزہ‘ عائزہ اور بچہ لوگ بزرگوں کی تلاش میں عیدی لینے لان میں جا پہنچے۔ لاؤنج





میں اب وہ دونوں تنہا تھے۔ اسفند کی آنکھیں کنول کے سجے سنورے روپ میں الجھ گئی تھیں جذبات میں اس کی خوشبو بھر گئی۔

”مجھے منایا کیوں نہیں؟“ کنول نے دلکش لباس میں خوبصورت کشادہ سراپے کی سج دھج کو استحقاق بھرے انداز میں خفگی سے گھورا۔ اسفند نے مسکان لبوں میں دبائی۔

”کیا تم ناراض تھیں۔ تم نے تو مجھے بتایا ہی نہیں کہ تم مجھ سے ناراض تھیں۔“

”اسفند“ کنول کی غزالی آنکھیں خفگی سے کچھ اور بھی پھیلیں اور پھر سے خفا ہو کر بیڈ روم کی طرف لپکی۔

”ارے....“ اسفند ہنستا ہوا اس کے پیچھے کھنچا چلا آیا۔

”کوئی ضرورت نہیں مجھ سے بات کرنے کی۔“ وہ سنجیدگی سے روٹھ چکی تھی۔ اسفند نے عقب سے اس کو بازوؤں سے تھام کر خود سے قریب کیا اور پھر اس کو شانوں سے تھام کر اپنی سمیت گھمایا۔

”ایک بات تو مجھے تم کو بتانی ہے بہر صورت۔“ وہ یوں سسپنس سے بولا کہ کنول نے بے اختیار پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا جس کی غلافی گہری کالی آنکھوں میں شوخی چمک رہی تھی۔ پھر وہ سنجیدگی سے اس سے مخاطب ہوا۔

"کنول.... مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ تم مجھ سے اتنی زیادہ محبت کرتی ہو یہ مجھے تب معلوم ہوا جب نظام خان کی اصلیت سامنے آئی۔ تم میرے لئے فکر مند تھیں تو بالکل درست تھیں جو تمہارا دل میرے لئے خدشات سے الجھ کر تڑپ رہا تھا اور وہ تمہاری بے چینی بے قراری' تڑپ کتنی سچی تھی میرے ارد گرد کتنے خطرات تھے یہ تم نے محسوس کر لیا مگر مجھے احساس تک نہ ہوا کہ موت میرے پہلو میں گھات لگائے بیٹھی تھی۔ نظام خان مجھے راستے سے ہٹا کر دادا جی کو مکمل طور پر اپنے اختیار میں کر کے ان کی ساری دولت جاگیر کا خود مالک بننا چاہتا تھا۔ میں مان گیا۔ کنول.... میں مان گیا تمہاری محبت کو۔ آئندہ مجھ سے یہ نہ ہو گا کہ میں تمہاری الجھن' کسی معمولی سی بھی ٹینشن تڑپ اور بے قراری کو یوں بے حسی سے مذاق اڑا کر نظر انداز کرنے کے بارے میں سوچ بھی سکوں۔" اسفند خاموش ہوا تو کنول اس کے پہلو کا حصہ بنی۔

"سوری اسفند.... میں نے آپ کو ضرورت سے زیادہ پریشان کر دیا تھا۔"

"پریشانی تو پریشانی ہوتی ہے کنول پریشانی کسی کی مجبوری یا ضرورت کبھی نہیں دیکھتی۔" اسفند نے اسے دل سے قریب کیا۔

"ہماری بیٹی کہاں ہے۔" اسفند نے پوچھا۔ دادا جی کی خواہش پر بچی کا نام قندیل رکھا گیا تھا۔





"دادا جی کے پاس.... اسفند ہماری قندیل بالکل میرے جیسی ہے ناں؟" کنول کے لہجے میں بیٹی کے لئے ممتا مچل رہی تھی۔ اسفند نے اس کے مہندی میں رچے ہاتھ اپنی ہتھیلوں میں تھامے اور شرارت سے اس کی طرف دیکھا۔

"نہیں وہ تمہارے جیسی نہیں ہے بلکہ تم سے زیادہ اچھی ہے۔"

"جی جی.... اب بیٹی آگئی ہے تو میری کیا اوقات بھئی۔" کنول نے مصنوعی شکوہ کیا۔ اسفند سرشاری سے مسکرایا۔

"بیٹی کی خوشی میں تو مجھے لفٹ بھی نہ دی اور عید مبارک تک نہیں کہا۔" کنول نے ایک اور شکوہ کیا۔

"اوہ سوری.... جان اسفند عید مبارک بہت بہت۔" اسفند نے لمحوں میں اس کے نقوش میں اپنی بے پایاں محبت کے پھول کھلائے تھے۔ کنول کے ہونٹ پھول کی طرح مسکرا اٹھے۔ وہ لجا کے دور ہوئی۔

"میری عیدی۔" حنائی ہتھیلی پھیلائی۔ کلائی میں چوڑیاں کھنک اٹھیں۔

"میرا والٹ تمہارے پاس پہنچ تو گیا ہے بھئی۔" اسفند نے والٹ کی طرف اشارہ کیا جو کنول نے کمرے میں آتے ہی بیڈ پر اچھال دیا تھا۔

"اور میری عیدی...." اسفند شوخ ہوا' کنول دور ہوئی۔

"آپ کے والٹ میں میری عیدی نہیں ہے آپ کے دل میں ہے۔ مجھے وہ عیدی چاہئے۔"

"دل میں" اسفند سمجھ نہ پایا یا سمجھ کر انجام بنا۔

"جی آپ کے دل میں میری محبت۔"

"ارے یار...." اسفند مدہوش ہو کر ہنسا پھر بولا۔

"وہ تو ہمیشہ سے ساری کی ساری تمہارے لئے ہے۔"

"آئندہ زندگی میں پھر کبھی مجھے یوں زبردستی خود سے دور نہ بھیجیں گے۔" کنول نے ایک اور مدھ بھرا تقاضہ کیا۔

"نہیں بھیجوں گا۔" اسفند نے اپنے کان پکڑ کے سر نفی میں ہلایا۔

"اچھا پھر ٹھیک ہے میری طرف سے بھی عید مبارک۔" کنول چہک رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں اسفند کی قربت نے پھر سے اجالے ہی اجالے بھر دیئے تھے۔ چہرے کے نرم و نازک نقوش میں محبتوں چاہتوں اور الفتوں کے رنگ ہی رنگ اپنی دلنشینی کے سنگ بکھیرے جا رہے تھے۔ اسفند کے لب گھنی مونچھوں تلے مسکرائے۔

"اور میری عیدی...." اسفند نے کشادہ ہتھیلی پھیلائی جسے کنول نے بے نیازی سے نظر انداز کیا۔

"میں نے تو آپ کو ایڈوانس عیدی سے مالامال کیا ہے' قندیل کی شکل میں۔"





"اوہ....واقعی...." اسفند لاجواب ہو کر سرشاری سے ہنسا۔ پھر قدم بڑھا کر اس کے قریب آیا۔

"بہت بہت شکریہ' تم نے مجھے واقعی مالامال کیا ہے۔"

"اور آپ نے مجھے منانے کی بھی زحمت گوارا نہ کی۔" کنول کو پھر اپنی ناقدری یاد آئی۔

"ارے یار.... ' ' اسفند نے تمام تر سچائی سمیت اپنی خطا تسلیم کرتے ہوئے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے اور مسکراتے گلابی گداز لبوں کے ساتھ گنگنایا۔

اے میری عید تجھے مبارک
تجھے ہم منانے آئے

پیار بھرے انداز کے جواب میں کنول اس کے ہاتھ تھام کر مسکراتی' روح تک سرشار ہوئی تھی۔

☆....☆....☆